سیّدہ نفیسہؒ — ایک صُوفی خاتون

خالد محمُود ترمذی

ولادت :- ۱۴۵ھ میں امام حسن الانور بن امام زید الابلج کے گھر مکّہ مکرمہ میں سیدہ نفیسہ متولد ہوئیں۔ امام زید الابلج امام حسنؓ بن علی ابن ابی طالب کے صاحبزادے تھے۔ اس طرح آپ امام حسنؓ کی پوتی اور حضرت علی ابن ابی طالب کی پڑپوتی ہوئیں۔ یعنی آپ مکہ مکرّمہ کی نظیف و پاکیزہ فضاء اور اہل بیت کے تقویٰ شعار اور مطہر گھرانے میں پلی بڑھیں، جس کا قدرتی نتیجہ یہ تھا کہ تقویٰ و طہارت، صدق و صفا اور یقین و ایمان جیسی صفاتِ حمیدہ آپ کی فطرت میں راسخ ہوگئیں۔

تعلیم و تربیت :- آپ نے سب سے پہلے قرآن مجید حفظ کیا۔ اس کے بعد تفسیر میں درک حاصل کیا۔ پھر علم حدیث کی طرف متوجہ ہوئیں۔

تکمیلِ علوم کے بعد آپ نے طریقت و معرفت کی راہ اختیار کی اور عبادت اور ریاضت کے معاملہ میں اپنے صالح، عابد و زاہد باپ امام حسن الانور کی اتباع کی۔ حُبّ الٰہی کا جو جذبہ آپ کے اندر موجزن تھا اس سے خشیتِ الٰہی کی صفت آپ میں پیدا ہوئی جس کی بدولت معروف کی محبت اور منکر سے نفرت آپ کی طبیعت ثانیہ بن گئی۔ اور آپ دنیا سے کنارہ کش ہوگئیں لیکن یہ ترک دنیا راہبانہ قسم کا نہ تھا، بلکہ اعتدال اور میانہ روی پر مبنی تھا۔ اس طرح کہ دنیا کو آپ نے توشۂ آخرت بنا لیا۔ آپ نے گوشہ نشینی اور ترک تعلق اختیار نہیں کیا اور نہ دنیا کو اچھوت سمجھا۔ بلکہ آپ دنیا میں ایسے رہیں جیسے ہمیشہ یہیں رہنا ہے لیکن ساتھ ساتھ آخرت کی فکر بھی اتنی تھی جیسے ہر سانس آخری سانس ہے۔ آپ نے زندگی کو بہترین طریقہ پر بسر کیا یعنی دنیا کو دین پر غالب نہیں آنے دیا بلکہ دین اور شریعت کے محفوظ قلعے میں زہد و قناعت کے ہتھیاروں

سے مسلح ہو کر دنیا کی دنائت سے اپنا دفاع کیا اور منازل سلوک و معرفت طے کیں۔ آپ نے اللہ کی نعمتوں سے کماحقہ استفادہ کیا اور انہیں غفلت و نسیان کی بجائے یاد الٰہی میں استغراق کا باعث بنایا۔ اگر بلال بن رباح رضؓ اسلام میں پہلے مرد ہیں جنہوں نے ریاضت و مشقت، صبر و حلم، صدق و صفا، ایمان اور حُبِّ الٰہی کے ذریعے اسلامی تصوف کی روایت قائم کی تو سیّدہ نفیسہ اسلام کی پہلی عابدہ، زاہدہ اور متصوفہ کہی جاسکتی ہیں۔

شادی :- آپ جب سنِ بلوغ کو پہنچیں اور کمال کی حدوں کو چھو لیا اور آپ کی سیرۃ مطہرہ کی شہرت عام ہوگئی تو آپ کے ابن عم اسحاق المؤتمن امام جعفر صادق کے لختِ جگر نے آپ کو نکاح کا پیغام دیا جس کو آپ نے قبول کر لیا اور ان کی زوجیت میں آگئیں۔

مصر میں ورود :- آپ جتنا عرصہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں مقیم رہیں، آپ کا گھر علماء و فضلاء کا مرجع بنا رہا اور آپ "نفیسۃ العلم والمعرفۃ" کے نام سے مشہور ہوئیں۔ کیونکہ علم کی اشاعت اور حق کا بول بالا کرنا آپ کا پیشہ تھا۔

آپ کے مصر میں وارد ہونے کے متعلق مؤرخین میں اختلاف ہے۔ ایک روایت تو یہ ہے کہ آپ اپنے والد ماجد امام حسن الانور کے ہمراہ مصر تشریف لائیں جن کو ابو جعفر منصور نے مصر کا والی مقرر کیا تھا۔ پانچ سال تک آپ مصر کے والی رہے پھر کسی وجہ سے منصور آپ سے ناراض ہو گیا اور آپ کو معزول کر کے بغداد میں قید کر دیا اور ساتھ ہی آپ کے مال و منال اور ملکیت کو بحق سرکار ضبط کر لیا۔ آپ ابو جعفر منصور کی موت تک قید و بند کی صعوبتیں جھیلتے رہے۔ پھر جب منصور کی وفات پر اس کا بیٹا مہدی تختِ خلافت پر متمکن ہوا تو اس نے آپ کی رہائی، اور ضبط شدہ مال و متاع کی واپسی کے احکام صادر کیے۔

دوسری روایت یہ ہے کہ آپ اپنے شوہر نامدار کے ہمراہ وارد مصر ہوئیں اور اپنی وفات تک یہیں مقیم رہیں۔ اور چونکہ یہ امر مسلم ہے کہ آپ مصر آئیں اور یہیں رہیں تا آنکہ آپ جوارِ رحمت میں جاگزیں ہوئیں۔ لہٰذا دوسری روایت پہلی سے زیادہ معتبر معلوم ہوتی ہے کیونکہ پہلی روایت کی رُو سے یہ بات مستلزم ہے کہ امام حسن الانور کی ولائت مصر سے معزولی

اوران کی بغداد روانگی پر آپ بھی ان کے ساتھ مصر سے چلی جائیں۔ قاہرہ کے جس محلہ میں آکر آپ مقیم ہوئیں وہاں آپ کی رہائش گاہ آج بھی دیکھی جاسکتی ہے۔ آپ کی طرزِ بود و باش زاہدانہ اور زندگی درویشانہ تھی جس کا باعث آپ کا علم اور معرفت کتاب اللہ۔ حفظِ آیات اللہ۔ ذکرِ آلاء اللہ۔ خشیتِ الٰہی اور طلبِ رضاء الٰہی ہے۔

فکرِ آخرت :- آپ کا خیال تھا کہ دنیا ابتلاء و آزمائش کا گھر ہے اور انسان اس سے اپنے دین و ایمان کے ذریعہ ہی کامیاب و بامراد نکل سکتا ہے۔ یہ دنیا فانی ہے اور آخرت کے لئے جو لافانی ہے دار العمل ہے۔ انہیں خیالات نے آپ کے قلب صالح کے اندر فکرِ آخرت کوٹ کوٹ کر بھر دی تھی۔ آپ کو آخرت کی فکر اس حد تک لاحق تھی کہ آپ اکثر توبہ و استغفار میں مشغول رہتی تھیں۔ سریع البکاء اتنی تھیں کہ ہر وقت آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگی رہتی تھیں۔ تہجد گزار تھیں۔ رات بھر ذکر و عبادت میں مصروف رہتیں اور دن کو روزہ رکھتیں۔ آپ صائم الدھر اور قائم اللیل تھیں۔ تین دن میں صرف ایک مرتبہ اپنے شوہر نامدار کے ہاتھ سے کھانا تناول فرماتیں۔

آپ تیس مرتبہ حج کی سعادت سے بہرہ مند ہوئیں اور جب بھی آپ مسجد حرام کے صحن میں داخل ہوتیں اور بیت عتیق کا طواف کرتیں۔ تلبیہ کے ساتھ زار و قطار روتی جاتیں اور پھر غلافِ کعبہ کے ساتھ لپٹ کر خوب روتیں اور بڑے خشوع و خضوع، تضرع اور حضوریٔ قلب و اخلاص سے یہ دعا مانگتیں۔

"اے میرے اللہ! میرے مالک و مولیٰ۔ تو مجھ سے راضی ہو جا۔ اور تو مجھے ایسا کر دے کہ میں تیری رضا پر راضی رہوں۔"

آپ کا جینا آخرت کے لئے تھا اور جو کچھ بھی کرتیں آخرت کے لئے کرتیں۔ اس لئے نہیں کہ جنات النعیم کی طمع تھی۔ بلکہ اللہ کی رضاء آپ کا مقصود و مطلوب تھی۔ اور صرف اپنی مغفرت پیش نظر تھی۔

آپ نے زہد و طاعت، ریاضت و عبادت اور صدق و صفا کی جو کٹھن راہ اختیار کی تمام عمر اس سے سرِ موُ انحراف نہیں کیا۔ کبھی آپ کے پائے ثبات میں لغزش نہیں آنے

پائی۔ اور کبھی آپ راحت و آرام کو خاطر میں نہیں لائیں۔ زینب بنت یحییٰ بن زید آپ کے متعلق فرماتی ہیں۔ "میں اپنی چچی سیدہ نفیسہ کی خدمتِ اقدس میں چالیس سال رہی لیکن میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ آپ رات کو سوئی ہوں یا دن کو افطار کیا ہو۔ ایک دفعہ میں نے عرض کیا کہ آپ اپنے نفس کو تھوڑا سا آرام دیتیں تو بہتر تھا۔" آپ نے فرمایا۔ "میں کیسے اپنے نفس کو راحت اور آرام پہنچاؤں، جب میں جہنم کے دردناک عذاب دیکھتی ہوں تو لرز جاتی ہوں اور ان سے خلاصی تو انہیں کے لئے ممکن ہے جو متقی اور پرہیزگار ہیں۔"

اور یہ خوفِ آخرت جو آپ کی طبیعت میں گھر کر گیا تھا آپ کو اپنے دادا حضرت علیؓ سے ورثہ میں ملا تھا، جن کی عادت شریفہ تھی کہ رات کا بیشتر حصّہ عبادت اور تہجد میں گزارتے آپ سریع البکاء تھے اور عالمِ استغراق میں اپنے نفس اور دنیا سے یوں مخاطب ہوتے:۔

" اے دنیا دھوکہ کسی اور کو دینا۔ تو عورت کی طرح بن ٹھن کر آتی ہے اور خود کو میرے سپرد کرتی ہے لیکن میں تمہیں تین طلاق یعنی طلاق بائن دیتا ہوں جس سے رجوع ناممکن ہے۔ کیونکہ تیری عمر کوتاہ ہے اور تیری قدر حقیر ہے۔ اور میں تو ڈرتا ہوں کہ راہ کٹھن ہے سفر طویل ہے اور زادِ راہ ناکافی ہے۔"

پس جب حضرت علیؓ جیسی شخصیت جو بچوں میں سابق الاسلام، فی سبیل اللہ جہاد و قتال میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لینے والے، اللہ کے رسولؐ پر جان چھڑکنے والے، اور عشرہ مبشرہ میں سے ہوتے ہوئے بھی اگر خوفِ آخرت سے کانپ اٹھیں اور زادِ سفر کو سفرِ آخرت کے لئے ناکافی تصور فرمائیں تو ان کی پوتی کا فکرِ آخرت میں کیا حال ہوگا اس کا اندازہ کرنا مشکل نہیں۔ آپ کی ذات ستودہ صفات نہ صرف تعلق باللہ، اخلاص اور فکرِ آخرت کی ایک لازوال نشانی تھی بلکہ علم و عمل، معرفت و حقیقت اور جود و سخا کا بھی نمونہ تھی۔ تعجب نہیں کہ تمام اہلِ عصر آپ کی قدر و منزلت کرتے ہوں۔ اور حاکم آپ کے مرتبے کو پہچانتے ہوں۔ اور علماء و فضلاء کسب علم اور حصول فیض کے لئے آپ کے در پر حاضری دیتے ہوں۔ کیونکہ یہ سنت چلی آئی ہے کہ اللہ اپنے بندوں میں سے جن بندوں کو چن لیتا ہے اور اپنے لئے خاص کر لیتا ہے اور اپنے انوار اور تجلیات سے ان کو نوازتا ہے تو لوگ ان سے اکتساب فیض کیا ہی کرتے ہیں۔

امام شافعی کا کسبِ علم :- چونکہ سیّدہ نفیسہ کا گھر تعبد، اخلاصِ عمل، قیام باللیل اور صوم بالنہار کا گہوارہ تھا۔ لہٰذا مرجع انام اور کعبہ عوام بن گیا۔ انہیں میں امام محمد بن ادریس شافعی کی عظیم القدر شخصیت بھی تھی۔ جو اکثر آپ کے درِ اقدس پر حاضری دیا کرتے تھے۔ اور آپ انہیں اپنے علم وفضل اور جود وکرم سے فیضیاب فرماتی تھیں۔ دونوں میں علم فقہ، اصول اور علمِ حدیث کے موضوعات پر مناقشہ ہوتا اور بارہا یہ مذاکرات اتنا طول پکڑتے کہ نماز کا وقت آجاتا تو آپ دونوں وہیں کھڑے ہو جاتے اور نماز ادا کرتے۔

دونوں کے گھر جامع عمرو بن عاص والی سڑک پر واقع تھے۔ امام شافعی کا یہ معمول تھا کہ جامع عمرو کو آتے جاتے روزانہ آپ کی زیارت سے مشرف ہوتے، اور اس معمول میں حینِ حیات فرق نہ آیا۔ حتیٰ کہ جس روز آپ نے وفات پائی آپ نے وصیت فرمائی کہ میرا جنازہ آپ کے دروازہ کے سامنے سے گزارا جائے لیکن انہیں تکلیف نہ دی جائے۔ جب امام شافعی کا جنازہ آپ کے دروازے پر پہنچا تو آپ نے آخری بار دیدار فرمایا۔ نماز جنازہ ادا فرمائی اور حزن وملال کے لہجہ میں فرمایا۔ "اللہ شافعی پر رحم فرما کہ آپ وضو اچھے طریقے سے کیا کرتے تھے۔"

امام احمد بن حنبل کے حق میں دعائے مغفرت :- بشر بن حارث آپ کے ارادتمندوں میں تھے۔ جو اکثر آپ کے یہاں حاضر ہوا کرتے تھے۔ اور آپ کی علمی مجالس سے مستفیض ہوتے تھے ایک دفعہ آپ کافی عرصہ غیر حاضر رہے تو آپ نے اس کا سبب دریافت کیا۔ پتہ چلا کہ آپ سخت علیل ہیں۔ آپ بہ نفس نفیس عیادت کے لئے تشریف لے گئیں۔ اس وقت وہاں احمد بن حنبل بھی موجود تھے۔ انھوں نے صاحب خانہ سے دریافت کیا کہ یہ کون خاتون ہیں۔ صاحب خانہ نے جواب دیا کہ آپ سیدہ نفیسہ بنت امام حسن الانور ہیں۔ امام احمد بن حنبل نے بشر سے کہا کہ ان سے اپنے اور میرے حق میں دعا کے لئے درخواست کیجئے۔ آپ نے امام کی درخواست کو شرفِ قبولیت بخشتے ہوئے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور یہ دعا فرمائی :-

" اے اللہ بشر بن حارث اور احمد بن حنبل دوزخ سے تیری پناہ کے طالب ہیں۔ اے ارحم الراحمین انہیں دوزخ کی آگ سے بچانا۔

ظالم حاکم کے سامنے حق گوئی :- آپ کی اس نادر صفت کا اندازہ اس بات سے کیا

جاسکتا ہے کہ احمد بن طولون آپ کے عہد میں نائب حاکمِ مصر مقرر ہو کر آیا۔ وہ بڑا ظالم و جابر شخص تھا۔ لوگوں نے اس کے ظلم و جور اور ناروا احکام کی آپ سے شکایت کی۔ اور عرض کی کہ آپ اسے نصیحت کریں، شاید اس کی اصلاح ہو جائے۔ آپ کی رقتِ قلبی نے فوراً آپ کو جابر حاکم سے لوگوں کی سفارش کرنے پر مجبور کر دیا۔ آپ نے فرمایا کہ وہ کن اوقات میں اپنے محل سے نکلنے کا عادی ہے۔ لوگوں نے وہ اوقات بتا دیئے۔

ایک روز احمد بن طولون اپنے گھوڑے پر سوار اپنے اعوان و انصار کے جلو میں بڑی شان و شوکت سے ادھر سے گزرا۔ آپ نے اسے اس کے نام سے پکارا اور ٹھہرنے کو کہا۔ وہ آپ کی بارعب شخصیت اور انداز سے مرعوب ہو کر فوراً گھوڑے سے اُتر پڑا اور کچھ ایسی ہیبت اس پر چھا گئی کہ بڑے ادب اور تعظیم سے بسرعت آپ کی طرف بڑھا اور کانپتے ہوئے ہاتھوں سے وہ خط لے لیا جو آپ نے اپنے دست مبارک سے تحریر کیا تھا اور جلدی جلدی پڑھنے لگا۔ لکھا تھا :-

"تم کو اللہ نے لوگوں کا حاکم بنایا کہ تم انصاف سے فیصلے کرو لیکن تم نے انھیں بلا وجہ قید و بند کی صعوبتوں میں ڈالا۔ اور ان پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے۔ ان پر رزق کے دروازے بند کر دیئے۔ ان کو خالی پیٹ بھوکوں مار دیا۔ ان کے لباس سے ڈھکے چھپے جسموں کو عریاں کر دیا۔ یعنی تنگی و افلاس کی انتہا کر دی۔ حالانکہ تم جانتے ہو کہ ستائے ہوئے دلوں کی آہِ سحر گاہی افلاک کو چیر جاتی ہے اور عرش کے پائے تک ہلا دیتی ہے لیکن تم ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ مظلوم کے ہونٹوں سے نکلی ہوئی دعا کبھی رائیگاں نہیں جاتی۔ یہ محال ہے کہ مظلوم کا خاتمہ ہو جائے اور ظالم باقی رہے۔ ایک دن ظالم کو بھی موت آئے گی۔ جو تمہارے جی میں آئے کرو۔ ہم صبر کا دامن ہاتھ سے نہیں دیں گے۔ تم لوگوں پر جبر کرو جب تک تمہارے ہاتھ میں زمامِ اقتدار ہے۔ ہم اس سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ تم ظلم کرو جب تک تمہیں ظلم راس آئے۔ ہم اللہ تعالیٰ کی عدالت اعلیٰ علیین میں اس کے بدلہ کے خواستگار ہیں۔ اور عنقریب وہ لوگ جان لیں گے جو ظلم کرنے والے ہیں کہ کونسا ٹھکانہ ہے جہاں وہ لوٹیں گے۔ وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ۔

ابن طولون پڑھ کر لرز اٹھا۔ اور اس کے دل پر ان الفاظ کی ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ وہ اپنے کئے پر متاسف ہوا اور اپنے سابقہ رویّہ کی معافی چاہی اور وعدہ کیا کہ وہ آئندہ رعیت سے اچھا سلوک کرے گا۔ وہ اپنے اس وعدہ پر قائم رہا اور اس کے بعد کسی پر دستِ ظلم دراز نہیں کیا بلکہ اس کی ایسی کایا پلٹ ہوئی کہ اس نے عدل و احسان اور جود و عطا اور محتاجوں کی حاجت روائی کو اپنا وطیرہ بنا لیا۔

آپ نے اپنی زندگی خلق خدا کی حاجت براری اور ان کی آواز کو حاکموں تک پہنچانے اور ان کی سفارش کرنے کے لئے وقف کر رکھی تھی۔ اہلِ مصر کی دینی و دنیوی فلاح و بہبود کو آپ نے ہمیشہ پیش نظر رکھا۔ آپ نے اسی طرح مصر میں کئی سال زندگی بسر کی۔

سفرِ آخرت :- آپ نے جب جان لیا کہ وقت قریب آگیا ہے تو اپنے گھر کے صحن میں ایک جگہ منتخب کی اور وہاں اپنے لئے خود قبر کھودی اور اس میں کثرت سے نمازیں پڑھیں اور کہا جاتا ہے کہ کئی مرتبہ قرآن بھی ختم کیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جس جگہ کو آپ نے اپنی ابدی قیامگاہ کے لئے پسند فرمایا تھا اسے بھی اپنے ضعف و نقاہت کے باوجود کثرت نماز و تلاوت قرآن سے آباد کرنا چاہتی تھیں۔

آخر وصل کی وہ گھڑی بھی آن پہنچی جس کا سیدہ نفیسہ کو شدت سے انتظار تھا۔ اس روز بھی حسب معمول روزے سے تھیں۔ معتقدین اور متوسلین نے افطار پر اصرار کیا لیکن آپ نے ان کی ایک نہ مانی اور روزہ نہیں کھولا۔ اور نحیف و نزار آواز میں فرمایا :-

"میری تمنا ہے کہ روزے کی حالت میں اپنے اللہ سے ملوں، اور میں موت کے ڈر سے روزہ افطار نہیں کروں گی۔"

جب آپ نے اجل کو بالکل قریب محسوس کیا اور جنت کی خوشبو آپ کو آنے لگی تو بے اختیار آپ کی زبان پر کلام الٰہی جاری ہو گیا۔ آپ اپنی قبر میں لیٹی ہوئی تھیں اور سورۂ انعام وردِ زبان تھی۔ آپ بڑے خشوع و خضوع سے تلاوت فرما رہی تھیں۔ جب اس آیت پر پہنچیں "لَهُم دار السلام عند ربّهم وهو وليهم بما كانوا يعملون" تو آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی اور خالقِ حقیقی سے جا ملی، دار العمل سے ہجرت کر کے دار السلام

کی ابدی نعمتوں میں جا مقیم ہوئی۔

جب آپ کے شوہر نامدار اسحاق مصر پہنچے تو آپ کی متاع عزیز واصل بالحق ہو چکی تھی۔ آپ کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو گئے اور آپ نے اپنی رفیقۂ حیات کے لئے اللہ کی رحمت و رافت اور اس کی رضاء و رضوان کی دعا فرمائی اور قضائے مبرم پر صابر رہے۔

آپ نے ۲۰۸ھ میں ۶۳ سال کی عمر میں اس دار فانی سے رحلت فرمائی۔ آپ نے اپنی تمام زندگی طلبِ علم اور حصولِ معرفت اور اسرارِ حق کے حصول میں گزار دی۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہدایت اور معرفت کے نور سے سرفراز فرمایا اور آنے والے زہاد اور عباد اور زاہدات اور عابدات کے لئے آپ کی زندگی کو مشعل ہدایت بنا دیا۔ آپ علم و عمل، تقویٰ و طہارت، زہد و ورع اور عشق الٰہی کے میدان میں بہت آگے تھیں، جہاں تک کوئی اور مسلمان خاتون نہیں پہنچی۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کو اسی قبر میں دفن کر دیا گیا جسے آپ نے خود تیار کیا تھا۔

بعض روایات میں ہے کہ آپ کے شوہر اسحٰق نے آپ کے جنازے کو مکہ مکرمہ لے جانا چاہا لیکن یہ قول مشکوک ہے کیونکہ آپ نے اپنے ہاتھوں سے قبر کھود دی تھی۔ پھر نعش کو قاہرہ سے مکّہ مکرّمہ لے جانا اس زمانہ میں کوئی کھیل نہیں تھا۔ جس طرح السری بن الحکم حاکم مصر نے اس سے قبل امام شافعی کی قدر افزائی کی تھی، اسی طرح سیدہ نفیسہ کی بھی تکریم کی اور آپ کی قبر پر ایک نفیس مقبرہ تعمیر کروا دیا جو قاہرہ میں اپنی نفاست کے لئے مشہور تھا۔